Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 38, Sr.No.108, 2017 pp 07 - 24

مجلّہ تحقیق
مجلّہ کلیۂ علومِ شرقیہ
جلد ۳۸، جولائی۔ ستمبر ۲۰۱۷ء، شمارہ ۱۰۸

سید فیاض محمود کا ادبی سرمایہ

ڈاکٹر طاہرہ سرور☆

Abstract:

In this research article, Dr.Tahira Sarwar analyses the books of Syed Fayyaz Mehmood.Syed Fayyaz Mehmood renown's as a research scholar in Urdu literature. "Tareekh e Adbiyat e Muslamanan e Pakistan o Hind" is his great editing effort in the History of Literature. He introduced the social, political, literary and cultural back ground of every era in literature. We cannot ignore his ability of translation and fiction writing.

تعارف:

سید فیاض محمود علم وادب کی دنیا میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۶ء کو شملہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اسلامیہ سکول، شملہ سے حاصل کی۔ اس سکول میں فیاض محمود دوسری جماعت تک پڑھتے رہے۔ تیسری جماعت کی تعلیم انہوں نے عربک سکول دہلی میں حاصل کی۔ چوتھی سے آگے کی تعلیم فیاض محمود نے بٹالہ میں حاصل کی۔ چھٹی جماعت میں اختیاری مضمون فارسی زبان لیا مگر ایک استاد کے کہنے پر فارسی چھوڑ کر عربی رکھ لی تاہم فارسی سے شغف ہونے کی بنا پر شام کے وقت گھر کے قریب کی مسجد میں امام مسجد سے فارسی درس لیتے رہے۔ ۱۹۲۲ء میں فیاض محمود نے میونسپل بورڈ ہائی سکول، بٹالہ ضلع گورداس پور سے میٹرک کیا اور مزید تعلیم کے لیے لاہور چلے آئے۔ ۱۹۲۵ء میں اسلامیہ کالج، لاہور سے ایف ایس سی کی۔ ۱۹۳۰ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے انگریزی کا امتحان پاس کیا۔ تحصیل علم کے بعد، اسلامیہ کالج لاہور میں لیکچرار مقرر ہوئے۔ ۱۲ اپریل ۱۹۴۳ء کو انڈین ایرفورس میں شمولیت اختیار کی۔ قیام پاکستان کے بعد پاک فضائیہ سے وابستہ

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی لاہور۔

ہوئے۔ ۲۵ مارچ ۱۹۴۸ء کو انہیں ونگ کمانڈر کے عہدے پر ترقی دی گئی۔ فیاض محمود ۳۰ جون ۱۹۶۳ء کو گروپ کیپٹن کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔ بعدازاں نیپا لاہور میں سنیئر انسٹرکٹر کی حیثیت سے فرائض انجام دیئے۔ ۱۹۶۵ء تا ۱۹۷۳ء پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ناظم اور جنرل ایڈیٹر شعبہ تاریخ ادبیات سے منسلک رہے۔[۱]
فیاض محمود نے ۲ جنوری ۱۹۹۴ء کو لاہور میں وفات پائی۔

تصانیف (اُردو):

۱۔	رنگ و بو	۲۔	نیویارک سے پیرس تک پہلی پرواز
۳۔	تنقیدِ غالب کے سو سال	۴۔	تاریخ ادبیاتِ مسلمانان پاکستان و ہند

تصانیف (انگریزی):

۱۔ Story of Islam

۲۔ Story of Indo-Pak

۳۔ Acritical Introduction of Ghalib

۴۔ Short History of Islam

رنگ و بو

زیرِ نظر کتاب سید فیاض محمود کی پندرہ افسانوں پر مشتمل ہے۔ ان افسانوں میں ''وہ''، ''زبیدہ''، ''کام چور''، ''دوخط''، ''اتفاق''، ''گھر''، ''لمعات''، ''نقش رنگین''، ''ایک دن''، ''بیچارہ اصغر''، ''بے فکرا مجد''، ''لاری میں''، ''انجان محبت''، ''نفرت''، اور ''صغریٰ'' شامل ہیں۔ ان افسانوں میں محبت کا اعلیٰ اور پاکیزہ تصور نظر آتا ہے۔ محبت کے اس تصور کے بارے میں فیاض محمود کا یہ کہنا ہے:

> ''ہمارے ہاں جس عشق اور محبت کو مستحسن کیا جاتا ہے۔ وہ اوائل شباب کا عشق ہے جس میں اشتیاق اور تمنا اور پہلو زیادہ نمایاں ہوتا ہے اور جس میں عاشق کو محبت کے جذبہ سے بذات اتنا ہی انہماک ہوتا ہے۔ جتنا اپنے محبوب سے۔''[۳]

چنانچہ فیاض محمود کے ابتدائی افسانوں میں یہی اوائل شباب کا عشق نظر آتا ہے جو پہلی نظر سے شروع ہوتا ہے اور وصل کی خواہش کے باوجود اظہار کی کش مکش میں مبتلا رہتا ہے۔ ان کے افسانے ''وہ''، ''زبیدہ''، ''دوخط''، ''اتفاق''، ''بیچارہ اصغر''، ''بے فکرا مجد''، ''لاری میں''، ''نفرت'' اور ''صغریٰ'' اسی عشق کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ فیاض محمود کا افسانہ ''دوخط'' ایسے ہی دو افراد کی محبت کا شاخسانہ ہے جو اپنی محبت کی آگ میں خاموش جل جاتے ہیں مگر اظہار مطالب سے مجبور ہوتے ہیں۔ اس افسانے کا ہیرو اس لڑکی کے نام خط لکھتا

ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے مگر جرأت اظہار کی کمی یہ خط، اُس لڑکی تک پہنچنے نہیں دیتی۔

''اب یہ خط لکھ رہا ہوں اس لیے نہیں کہ بھیج دوں بلکہ اس لیے کہ شاید کچھ دل کو تسلی ہو جائے۔ اکثر تمہیں خط لکھ کے اپنے پاس رکھ لیتا ہوں۔ تسکین ہو جاتی ہے پھر دو ایک دن بعد پھاڑ دیتا ہوں اس خط کا بھی شاید یہی انجام ہو گا مگر کاش میں تمہیں یہ خط بھیج سکوں، کاش تم میرے خطوں کو پڑھ لیا کرو۔ مگر یہ کیسے ممکن باتیں ہیں۔ یہی کیا کم ہے کہ تمہیں دوسرے تیسرے دن دیکھ لیتا ہوں۔ جی بھر کے دیکھ لیتا ہوں۔ مجھے اور کیا چاہیے۔''[۴]

دوسری طرف افسانے کی ہیروئن بھی لڑکے سے محبت تو کرتی ہے مگر ظاہر نہیں کرتی۔ درحقیقت دونوں ہی ایک دوسرے کے جذبات سے ناآشنا ہیں۔ اس کا اندازہ ہیروئن کے اس خط سے ہوتا ہے جو وہ اپنی سہیلی مجیدہ کے نام لکھتی ہے۔ اس خط میں وہ اپنی محبت کا اظہار کرتی ہے۔

''شام ہونے کو ہو گی تو بھائی جان آجائیں گے بس پھر ان سے باتیں ہوں گی۔ اور کسی سے میں تو گویا ہوتی ہی نہیں۔ میرا دل گھٹنا شروع ہو جاتا ہے کہ اب اٹھے اور اب اٹھے۔ ادھر مغرب کی اذان ہوئی اور ادھر وہ گئے۔ جاتی دفعہ میری طرف بھی دیکھ لیں گے مگر ایک نظر سے کیا ہوتا ہے۔''[۵]

اظہارِ محبت میں لڑکی اور لڑکے کی اپنی شرم و حیا کے علاوہ معاشرتی و سماجی رکاوٹیں بھی حائل ہوتی ہیں جو کھل کر اپنے جذبات کا اظہار نہیں کرنے دیتیں۔ محبت کے حامل یہ افراد اپنے سینوں میں جذبات کا طوفان رکھتے ہیں مگر رسم و رواج کی پابندیوں سے ٹکرانا ان کے بس کی بات نہیں۔ فیاض محمود اس حوالے سے لکھتے ہیں:

''مرد اور عورت کا عشق ہر جگہ یکساں اہمیت رکھتا ہے مگر ہمارے ہاں اس کی علیحدہ شان ہے۔ بے باکی چھوڑ، آزادی اور آزادی سے قطع نظر ہمارے ہاں عورتوں میں محبت کا اظہار بھی کچھ ایسا مستحسن نہیں خیال کیا جاتا۔ پھر بھی معاشرتی بندشوں کو توڑ کر فطرت اپنے اظہار کے لیے کوئی نہ کوئی طریقہ اختیار کر ہی لیتی ہے۔ یہاں کی عورتوں کی خموشی گفتگو اور ان کے بے زبانی زبان بن جاتی ہے مگر عام طور پر ان کے جذبات رائیگاں اور لاحاصل ہوتے ہیں۔ یہ ہماری معاشرت کی امتیازی خصوصیت ہے۔''[۶]

اور یہی امتیازی خصوصیت فیاض محمود کے تقریباً ہر افسانے میں جلوہ گر نظر آتی ہے جو بالآخر محبت کی ناکامی پر منتج ہوتی ہے۔ چنانچہ ''بےفکر امجد'' کی محبت ہو یا ''بیچارہ اصغر'' کا عشق، ''لاری میں'' منور کسی شانتی کی زلف کا اسیر ہو جائے یا ''صغریٰ'' اپنی دوست شکیلہ کے بھائی پر فریفتہ ہو جائے ہر ایک کی محبت ایک حسرت ناک انجام سے دوچار ہوتی ہے۔

فیاض محمود کے اکثر افسانے عشق و محبت کو حزنیہ صورت میں سامنے لاتے ہیں۔ خاندانی محبتیں جو

چچا، تایا کی اولادوں میں پیدا ہوسکتی ہیں وہ بھی ناکام ہوجاتی ہیں۔ چنانچہ ''بیچارہ اصغر'' اور ''بے فکر امجد'' ایسی ہی ناکام محبتوں کے عکاس ہیں۔

فیاض محمود کے افسانوں میں عورت کا تصورِ حسن کا مرقع ہے۔ یہ عورت ایک شعر، ایک حسین استعارہ، خوبصورت پھول اور نرم رو ندی کی مانند ہے۔ فیاض محمود نے اپنے افسانوں میں ایک ایسی عورت کو پیش کیا ہے جو اپنے اندر کسی کو چاہنے کا جذبہ رکھتی ہے اور خود بھی چاہے جانے کی متمنی ہے اور یہ اظہار قمر کے ذریعہ ''نقش رنگین'' میں کیا گیا ہے۔

> ''قمر ننھی معصوم سی گڑیا ہے اسے تو فقط اپنے کمرے کے رکھ رکھاؤ سے ہی فراغت نہیں ملتی اسے کہاں کسی خوب صورت نوجوان کا جو ادبی لحاظ سے ممتاز ہو خیال آسکتا ہے۔۔۔ وہ کیوں کسی حسین شے کی طرف راغب ہونے لگی۔ اس میں دل جیسی بے ضرورت چیز کیوں ہوگی۔۔ کیا پتا اماں بیچاری کو بھی کہ لڑکیوں میں بھی دل و دماغ ہوتا ہے اور شباب کے اقتضا سے خون میں جوش بھی ہوتا ہے۔'' [۷]

اس عورت کا المیہ یہ ہے کہ ایک طرف اگر یہ دل کے ہاتھوں مجبور ہے تو دوسری طرف سماج کے بندھنوں کے آگے بھی مجبور ہے۔

فیاض محمود کے افسانوں میں مزاح نگاری کا رجحان بھی کسی قدر موجود ہے۔ مثلاً افسانہ ''ایک دن'' اور ''گھر'' میں واقعات کے ذریعے مزاح پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ مزاح زندگی کی چھوٹی چھوٹی تلخیوں سے ابھرتا ہے۔ فیاض محمود کے افسانوں میں پلاٹ کی کوئی قید نہیں ہے۔ یہ افسانے آغاز اور انجام سے بے نیاز ہیں۔ مثلاً ''وہ''، ''زبیدہ''، ''نقش رنگیں''، ''لاری میں''، ''انجان محبت'' اور ''صغریٰ ایسے افسانے ہیں۔ جو اپنے آغاز اور انجام کی خبر نہیں دیتے۔ یہ افسانے اچانک شروع ہوتے ہیں اور غیر متوقع طور پر اچانک ہی ختم ہوجاتے ہیں۔

فیاض محمود نے اپنے افسانوں میں ''شعور کی رو'' کی تکنیک بھی استعمال کی ہے۔ ان کے ہاں اس تکنیک کا استعمال ''وہ'' اور ''نقش رنگین'' میں نظر آتا ہے۔ ان افسانوں میں کردار کسی ایک نقطہ پر سوچنے بیٹھتے ہیں تو شعور کی رو میں بہتے ہوئے اپنے ماضی میں پہنچ جاتے ہیں۔

جہاں تک فیاض محمود کے افسانوں میں کردار نگاری کا تعلق ہے تو یہ کردار جیتے جاگتے، زندگی سے بھرپور اور حقیقی دکھائی دیتے ہیں۔ مولانا حامد علی خاں فیاض محمود کی کردار نگاری کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''معاصر ادبا میں فیاض محمود کی کردار آفرینی کا جواب پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ ان کا افسانہ پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے آفریدہ کردار جسداً ہمارے سامنے آموجود ہوتے ہیں اور ہم ان کی حرکات وسکنات ہی کا نہیں بلکہ ان کے بشرے کی شکنوں اور ان کے مافی القلب جذبات کا مشاہدہ کررہے ہیں۔'' [۸]

فیاض محمود اپنے افسانوں میں سادہ اور روزمرہ زبان و بیان سے کام لیتے ہیں۔ ان کے افسانوں میں سادہ اور شاعرانہ دونوں اسلوب بیان کی مثالیں مل جاتی ہیں۔ فیاض محمود کے ہاں پرانی اردو کے بعض ایسے الفاظ بھی استعمال کیے گئے ہیں جو یا تو اب بالکل استعمال نہیں ہوتے یا پھر بہت کم استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً ناشدنی، لپاٹن، مالزادی، لچر، مونڈی کاٹا، متاجری، پینگ وغیرہ فیاض محمود کے ہاں پنجابی الفاظ کا استعمال بھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بنیادی طور پر ان کا تعلق مشرقی پنجاب سے تھا۔ اس سلسلے میں فیاض محمود لکھتے ہیں:

> ''میرے افسانوی کردار عام طور پر ایسی اردو بولتے ہیں جو دہلی اور لکھنؤ کے روزمرہ سے بہت مختلف ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میری، افسانوی دنیا کا پس منظر پنجاب کی معاشرتی فضا ہے۔ اس صورت میں زبان میں پنجابی بندشوں کی آمیزش صداقت بیان کے لیے لازمی تھی۔ اب اگر ان میں حقیقت کی جھلک پائی جاتی ہے تو وہ اسی پنجابی رنگ کی بدولت ہے۔ ہر جگہ کا لب ولہجہ مختلف ہوتا ہے۔ اس لیے لازم آتا ہے کہ مقامی سنگ کے اقتضا کی وجہ سے اس قسم کا محاورہ استعمال نہ کیا جائے جو اس ماحول سے بیگانہ معلوم ہو۔ یو پی کے حضرات اسے پنجابی اردو کہیں۔ مگر ہمارے ہماں گفتگو میں ایسی زبان ہی نبھ سکتی ہے اور حقیقت نگاری ایسی ہی زبان کی متقضی ہے۔'' 9

یہی وجہ ہے کہ فیاض محمود کے افسانوں میں سادہ و سلیس اردو نظر آتی ہے لیکن کہیں کہیں شعریت بھی موجود ہے۔ بحیثیت مجموعی فیاض محمود کے افسانوں کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے افسانے حقیقت اور رومان کا امتزاج ہیں۔

نیویارک سے پیرس تک پہلی پرواز

سید فیاض محمود نے بطور مترجم بھی کام کیا ہے۔ زیر نظر کتاب ایک انگریز ہوا باز چارلس اے لنڈ برگ کے موسم بہار سے شروع ہوتی ہے۔ چارلس اے لنڈ برگ ایک روز ایک انجن کے طیارے میں نیویارک سے پیرس تک پرواز پر روانہ ہوتا ہے اور ساڑھے تینتیس گھنٹوں کی پرواز کے بعد یورپ اور امریکہ اور امریکہ کے براعظموں کے درمیان پہلی مسلسل پرواز کی تکمیل کرتا ہے۔ یہ کہانی برسوں زیر تحریر رہی کیوں کہ چارلس اے لنڈ برگ نے اپنی اس کہانی کی بہت سی تفصیلات کو صیغہ راز میں رکھا جس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ وہ اس وقت جوان تھا اور اسے اپنے فضائی کارناموں کو گنوانے میں حجاب تھا پھر اس کے پاس اتنا وقت بھی نہ تھا کہ مایوسی اور موت سے اس کا جو مقابلہ ہوا تھا اس کی جزئیات کو وہ داستان کی شکل دیتا۔ بہرحال ۱۹۲۷ء میں شروع ہونے والی یہ کہانی ۱۹۵۳ء میں مکمل ہوئی اور اسے "Saturday Evening Post" نے ۱۹۵۳ء میں شائع کیا۔ سید فیاض محمود نے کتاب کا ترجمہ ''نیویارک سے پیرس تک پہلی پرواز'' کے نام سے کیا۔ اس کتاب کے پیش لفظ میں سید فیاض محمود نے اس شاندار مہم جو چارلس اے لنڈ برگ کا مختصر تعارف پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

''چارلس اے لنڈ برگ کی تاریخی پرواز جس کا اس کتاب میں ذکر ہے۔ انسانی ہمت اور اولوالعزمی کی عظیم یادگاروں میں سے ہے۔کولمبس کی بحری مہم کے بعد شاید ہی کوئی کارنامہ ایسا شاندار ہوگا جو مالی اور میکانکی مشکلات کے اعتبار سے اس کا مقابلہ یا برابری کر سکے۔سب سے قابلِ قدر بات یہ ہے کہ آج سے تیس سال پہلے کے ہوائی جہاز اپنی پرواز کی ابتدائی منزل میں تھے۔ جب ہوائی جہاز کی اوسط رفتار فی گھنٹہ ۱۲۰ میل سے زیادہ نہ ہوا اور ہوا باز کی نشت گاہ چاروں طرف سے اس طرح گھری ہوئی ہو کہ وہ سامنے کی طرف دیکھ بھی نہ سکے اور گھنٹوں اکڑوں بیٹھا رہنے کی وجہ سے اس کا بند بند سو جانے پر بے حس ہو جائے اور جب آلات پرواز بھی اتنے ناقص ہوں کہ برقی طوفانوں میں سے گزرتے وقت وہ کام کرنے سے عاری ہو جائیں اور ہوا باز کی جگہ اتنی تنگ ہو کہ وہ جہاز رانی کے نقشے بھی اچھی طرح پھیلا کر نہ دیکھ سکے اور جب پانچ منٹ کے لیے سو جانا موت سے ہمکنار ہونے کے مترادف ہوا ایسے حالات میں ساڑھے تین ہزار میل کی مسلسل اور کامیاب پرواز ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔''[۱۰]

ہوا بازی کی ایک داستان کو انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرنا خاصا مشکل کام ہے۔وہ دور ۱۹۵۸ء کا تھا اور پاکستان میں اس وقت تک اتنی ترقی نہ ہوئی تھی کہ لوگ سائنسی قسم کی کہانیوں کو سمجھ سکتے۔اگر چہ ہوا بازی اصطلاحات بے حد مشکل تھیں لیکن فیاض محمود اس مشکل مقام سے بھی آسانی سے گزر گئے۔اس بارے میں ان کا کہنا ہے:

''ترجمہ کی بابت کچھ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یہ ایک نئی قسم کا ترجمہ ہے ہوا بازی ہمارے ملک اور ہماری زبان کے لیے نئی چیز ہے اس لیے ابھی ہمیں موقع نہیں ملا کہ ہم اس سے متعلق الفاظ اور تراکیب وضع کر سکیں، ہو یہ رہا ہے کہ جب ہوا بازی کی باتیں ہو رہی ہوں تو زبان خواہ اردو ہی استعمال کی جائے تمام الفاظ جو ہوائی صنعت یا اڑان سے تعلق رکھتے ہیں وہ انگریزی سے مستعار لے لیے جاتے ہیں اور زبان خوب گنگا جمنی اوپ دھار لیتی ہے، ہم نے کوشش کی ہے کہ حتی الوسع اصطلاحات ایسی استعمال ہوں جو غیر مانوس اور ثقیل نہ محسوس ہونے پائیں مگر دقت یہ ہے کہ بعض سہل ممتنع انگریزی الفاظ کا ترجمہ کرنا ناممکن سا ہو گیا ہے، مثلاً Stick ہے، ہم نے مجبوراً چھڑی کا نام دے دیا، ایک چھڑی کی طرح کا آلہ ہے جو اس وقت کے ہوائی جہازوں میں نصب ہوتا تھا۔دوران پرواز ہوا باز اسے پکڑے رکھتا ہے اور اس کی مدد سے وہ ہوائی جہاز کو اونچا کرتا ہے اور اسی کی مدد سے وہ ہوائی جہاز کو زمین پر اتارتا ہے۔اس کی وجہ سے طیارہ ہوا باز کی گرفت میں رہتا ہے۔دوسرا لفظ Rudder ہے، یہ ایک متوازی آلہ ہے جو ہوا باز کے پاؤں کے قریب نصب ہوتا ہے۔ہوا باز اپنے دونوں پاؤں اس پر دھرے رکھتا ہے اور اس کی مدد سے

ہوائی جہاز کو دائیں بائیں گھماتا ہے، ہمیں اس لفظ کے لیے پتوار سے بہتر کوئی لفظ نہ نصیب ہو سکا، چنانچہ کوشش کے باوجود کئی جگہ قارئین کو ثقیل تراکیب اور غیر مانوس اصطلاحات سے دوچار ہونا پڑے گا۔''[۱۱]

فیاض محمود کی مندرجہ بالا کی گئی وضاحت سے اندازہ ہوتا ہے کہ اگرچہ اس قسم کا ترجمہ مشکل تھا، تاہم انہوں نے ان مشکلات پر ممکن حد تک قابو پانے کی کوشش کی ہے۔ سید فیاض محمود نے چھوٹی چھوٹی جزئیات سمیت ہمیں اس ترجمے میں تمام تفصیلات مہیا کرنے کی کوشش کی ہے۔ چارلس اے لنڈ برگ کی مہم کا آغاز کیسے ہوا؟ دورانِ پرواز اسے کیا کیا مشکلات پیش آئیں اور اس نے کس طرح ان مشکلات پر قابو پایا۔ یہ کتاب تمام تفصیلات کا احاطہ کرتی ہے۔ الغرض فیاض محمود کے کیے گئے اس ترجمے کو بعد میں آنے والوں کے لیے ایک مثال قرار دیا جاسکتا ہے۔

تنقیدِ غالب کے سو سال

فیاض محمود کے ہاں غالبؔ سے دلچسپی کا غیر معمولی اظہار ملتا ہے۔ ''تنقیدِ غالب کے سو سال'' میں ۱۸۸۰ء سے ۱۹۶۹ء تک مرزا غالب پر جو مضامین اور مقالات لکھے گئے ہیں ان کا انتخاب شامل کیا گیا ہے۔ یہ مضامین و مقالات نامور علماء کے تحریر کردہ ہیں۔ یہ کتاب مرتب کرنے کا مقصد بھی یہی تھا کہ غالبؔ کے چاہنے والوں کو غالبؔ کے فنی و فکری کمالات اور شخصی حالات سے صحیح طور پر روشناس کرایا جا سکے۔ فیاض محمود نے ''تنقید غالب کے سو سال'' کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

> ''اس کتاب کے مرتب کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ان سینکڑوں کتب اور مقالات میں سے ایسی نگارشات کا انتخاب کیا جائے جن سے قارئین کو یہ معلوم ہو سکے کہ غالب شناسی کن کن مدارج سے گزری ہے اور ان سو سالوں، بلکہ غالب کی زندگی میں مرزا کی شاعری، ان کے فن اور ان کے نظریہ حیات کے بارے میں لوگوں کے خیالات اور احساسات کیا تھے۔''[۱۲]

یہ کتاب پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے شائع کی گئی تھی۔ اس کا پیش لفظ علاؤ الدین صدیقی نے تحریر کیا۔ تعارف پروفیسر حمید احمد خاں نے اور دیباچہ فیاض محمود نے لکھا ہے۔ یہ کتاب ۱۹۶۹ء میں شائع کی گئی اور اس وقت تک مرزا غالب کی وفات کو پورے سو برس ہو چکے تھے کیوں کہ مرزا غالب کی وفات کا سنہ ۱۸۶۹ء ہے اور دراصل اسی موقع کی مناسبت سے پنجاب یونیورسٹی نے غالبؔ کی عظمت کے اعتراف کے طور پر ''مجلس یادگار غالب'' کے تعاون سے ایک سلسلہ مطبوعات شائع کرنے کا اہتمام کیا اور یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

''تنقید غالب کے سو سال'' میں شامل مضامین کی تعداد ۶۳ ہے اور ان مضامین کے حوالے سے یعنی

۱۸۶۹ء سے لے کر ۱۹۶۹ء تک فیاض محمود نے غالب شناسی کے تین ادوار قائم کیے ہیں۔ ۱۸۶۹ء سے ۱۸۹۷ء تک غالب شناسی کا پہلا دور، ۱۸۹۷ء سے ۱۹۳۵ء تک دوسرا دور اور ۱۹۳۵ء سے ۱۹۶۹ء تک تیسرا دور ہے۔ ادوار کی اس تقسیم کا مقصد غالب کی شخصیت اور ان کے فن کے حوالے سے کیے جانے والے کام کا جائزہ لینا تھا کہ غالب شناسی اب تک کن کن مراحل سے گزری ہے اس کے علاوہ غالب کے کلام کی فکری، فنی قدر و قیمت کا از سرِ نو تعین بھی تھا۔ چونکہ غالب شناسوں نے غالب کے فن اور کلام پر مختلف زاویہ ہائے تنقید سے روشنی ڈالی ہے لہٰذا اس کتاب کو مرتب کرتے وقت اس بات کو پیش نظر رکھا گیا کہ زمانی ترتیب کے علاوہ ان مضامین سے ان مختلف زاویہ ہائے تنقید کی نمائندگی بھی ہو جائے۔

سید فیاض محمود نے غالبؔ پر لکھے گئے ایک سو سال پر پھیلے ہوئے مواد کا جس کاوش سے جائزہ لیا اور جس محنت سے انتخاب کیا، اس پر ملک کے تمام ادبی حلقے دل کھول کر ان کو داد دے چکے ہیں۔ مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ اس کتاب میں ہر تنقیدی نظر کی نمائندگی کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے تاکہ تنقیدِ غالب کی یہ تاریخ زیادہ سے زیادہ جامع اور معنی خیز ہو سکے۔

تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند (جلد اول تا چہاردہم)

''تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند'' اردو ادب کی ایک ایسی تاریخ ہے جو بہت سی معلومات کا خزینہ اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ یہ تاریخ گروپ کیپٹن سید فیاض محمود کی زیرِ نگرانی پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے شائع ہوئی۔ چودہ جلدوں اور پانچ اشاریوں پر مشتمل اس منصوبے کا آغاز ۱۹۶۵ء میں ہوا اور ۱۹۷۸ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند کی پہلی جلد ''مقدمہ'' کے عنوان سے ہے۔ اس کی تیاری فیاض محمود کے سپرد تھی اور وہ اس کے مدیر خصوصی تھے۔ یہ جلد سب سے آخر میں تیار کی گئی مگر بعض وجوہات کی بنا پر فیاض محمود اس جلد کی تیاری سے پہلے ہی منصوبے سے علیحدہ ہو گئے لہٰذا اس جلد کو ڈاکٹر عبادت بریلوی نے مرتب کیا۔ جو جلدیں فیاض محمود کی زیرِ نگرانی تیار کی گئیں، ان کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

دوسری جلد ۷۱۲ء سے ۱۹۷۰ء تک کے اردو ادب کا احاطہ کرتی ہے۔ عربی ادب کے مدیران خصوصی پروفیسر عبدالقیوم اور فیاض محمود تھے جب کہ ان کے معاون ڈاکٹر ظہور احمد اظہر تھے۔ اس جلد کے آخر میں فیاض محمود نے عربی ادب کا ایک مجموعی جائزہ پیش کیا ہے۔ عربی ادب کے لیے اس تاریخ کی صرف یہی ایک جلد مختص کی گئی ہے۔ یوں ''تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند'' کی چودہ جلدوں میں سے یہ ترتیب وار دوسری اور عربی ادب کے حوالے سے واحد جلد ہے۔ اس کا سن اشاعت ۱۹۷۲ء ہے۔ اس جلد کے مقدمہ میں ڈاکٹر محمد یوسف لکھتے ہیں:

''یہ تاریخ صرف عہد بہ عہد کے مصنفین اور ان کی تصانیف کی فہرست نہیں ہے، اس میں ادب اور زندگی کے خدوخال دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ فکر کے انداز، نظر کے زاویے، دربار کے رنگ، مجلسوں کے ڈھنگ، سبھی اس میں بیان کیے گئے ہیں تا کہ وہ پورا سیاسی اور اجتماعی ماحول سامنے رہے جس میں علمی تصانیف نے جنم لیا۔ اس وقت تک تحقیق سے جو نتائج برآمد ہوئے ہیں اور جو متفرق مطبوعات میں بکھرے ہوئے ہیں۔ انہیں ایک جامع اور مربوط جائزہ میں سمویا گیا ہے اور اس کام کے دوران جو گوشے تاریک معلوم ہوئے ان پر تھوڑے سے وقت میں جہاں تک ممکن ہوا نئی تحقیق سے روشنی ڈالی گئی ہے۔ تحقیق کی انتہا تو کبھی کہیں نہیں ہوتی پھر ہمارے موضوع میں تو کہنا چاہیے، تحقیق کی ابتدا ابھی ہوئی ہے۔ اس لیے ہماری توقع صرف اس قدر ہے کہ اس کوشش سے مسلمانانِ پاکستان و ہند کی علمی و ادبی شخصیت ابھر کر روشنی کے نقطۂ ارتکاز پر آجائے اور بعد میں آنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ کونسی منزلیں طے ہو چکی ہیں اور کہاں انہیں آگے اپنے سفر کا آغاز کرنا ہے۔''[۱۳]

تیسری جلد فارسی ادب اول ۱۰۰۰ء سے ۱۵۲۶ء تک کے فارسی ادب پر مشتمل ہے۔ اس کے مدیر خصوصی ڈاکٹر وحید مرزا تھے۔ اس جلد کے آخر میں سید فیاض محمود نے اس دور کے فارسی ادب کا ایک مجموعی جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ جلد ۱۹۷۱ء میں طبع ہوئی۔ چوتھی جلد فارسی ادب دوم ۱۵۲۶ء سے ۱۷۰۷ء تک کے فارسی ادب پر مشتمل ہے۔ ۱۹۷۱ء میں طبع ہونے والی اس جلد کے مدیر خصوصی پروفیسر مرزا مقبول بیگ بدخشانی تھے۔ پانچویں جلد فارسی ادب سوم میں ۱۷۰۷ء سے ۱۹۷۰ء کے فارسی ادب کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے مدیر خصوصی پروفیسر وزیر الحسن عابدی اور فیاض محمود جب کہ معاون ڈاکٹر عبدالغنی تھے۔ سنہ طباعت ۱۹۷۲ء ہے۔ چھٹی جلد اردو ادب اول ۱۲ء سے ۱۷۰۷ء تک کے اردو ادب کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ ۱۹۷۱ء میں طبع ہوئی۔ اس کے مدیر خصوصی ڈاکٹر وحید قریشی تھے۔ ''پیش لفظ'' پروفیسر علاء الدین صدیقی اور ''تعارف'' سید فیاض محمود نے تحریر کیا ہے۔ اس جلد میں کل بارہ ابواب شامل ہیں۔ سب سے پہلے ڈاکٹر شمس الدین صدیقی نے ''سیاسی، فکری، معاشرتی اور تہذیبی پس منظر پیش کیا ہے۔ ''اردو کی پیدائش اور ارتقا'' ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار کی تحریر ہے۔ ڈاکٹر الف۔ د۔ نسیم نے ''اردو زبان و ادب کے ابتدائی نمونے'' اور ''مشائخ اور دوسرے مصنفین'' کے عنوانات کے تحت مضامین لکھے ہیں۔ چھٹے باب کو ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ (الف) اصنافِ سخن (ب) دیگر اصناف۔ ''دکنی اور گجراتی ادب'' ڈاکٹر جمیل جالبی کی تحقیق ہے۔ اس کے بعد ''ادبیات گولکنڈہ''، ''ادبیات بیجاپور'' خواجہ حمید الدین شاہد اور سخاوت مرزا باشتراک مشفق خواجہ کے تحریر کردہ ہیں۔ گیارہویں باب کو چار حصوں میں کچھ اس طرح تقسیم کیا گیا ہے۔ (الف) ولی اور اس کے معاصرین (مدیر عمومی)، (ب) ولی (ڈاکٹر محمد صادق)، (ج) ولی کے دکن معاصر شعرا (سخاوت مرزا

باشتراک فیضان دانش)، (د) ولی کے غیر دکنی معاصر شعرا (فیضان دانش)۔آخر میں سید فیاض محمود نے اس دور کے اردو ادب کا ایک مجموعی جائزہ پیش کیا ہے۔

ساتویں جلد اردو ادب دوم ۱۷۰۷ء سے ۱۸۰۳ء کے اردو ادب کے جائزے پر مشتمل ہے۔۱۹۷۱ء میں طبع ہوئی۔ اس کے مدیر خصوصی پروفیسر سید وقار عظیم ہیں۔ ''پیش لفظ'' پروفیسر علاؤ الدین صدیقی اور ''تعارف'' سید فیاض محمود نے لکھا ہے۔ یہ جلد چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔سب سے پہلے ڈاکٹر شمس الدین صدیقی نے ''سیاسی، فکری، معاشرتی اور تہذیبی پس منظر بیان کیا ہے۔ ''ادبی منظر'' ڈاکٹر الف۔د۔نسیم نے لکھا ہے۔ ڈاکٹر غلام حسین ذوالفقار، ڈاکٹر شمس الدین صدیقی اور ڈاکٹر عبداللہ نے بالترتیب ''ایہام گو اور دیگر شعرا''، ''مرزا محمد رفیع سودا'' اور ''میر تقی میر'' کے عنوانات کے تحت مضامین لکھے ہیں۔ چھٹے باب کے پانچ اجزا ہیں۔(الف) خواجہ میر درد (ڈاکٹر الف۔د۔نسیم)، (ب) میر حسن اور سحر البیان (ڈاکٹر وحید قریشی)، (ج) قائم چاند پوری (ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی)، (د) خواجہ سید میر محمدی اثر (مجید یزدانی)، (ہ) دوسرے دہلوی شعرا (ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی)۔ساتویں باب کے بھی تین حصے ہیں۔ پہلا ''خواجہ حیدر علی آتش'' دوسرا ''شیخ امام بخش ناسخ'' اور تیسرا ''مصحفی''، یہ تینوں مضامین ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کی تحریر ہیں۔آٹھویں باب کے پانچ حصے ہیں، جن میں سے (الف) ''جرأت'' اور (ب) ''انشا'' مشرف علی انصاری نے لکھے ہیں۔ مجید یزدانی نے (ج) سعادت یار خاں رنگیں اور (د) ریختی کے حوالے سے تحقیق کی ہے جب کہ ادارے کی طرف سے (ہ) ''داستان لکھنؤ کے اوسط درجے کے شعرا'' شامل کیا گیا ہے۔ ''دہلی اور لکھنؤ سے باہر کے شعرا'' محمد زبیر منگلوری اور ''نظیر اکبر آبادی'' ڈاکٹر محمد صادق کے مضامین ہیں۔سید عابد علی عابد نے مرثیہ نگاری کے حوالے سے اپنی تحقیق دو حصوں میں پیش کی ہے۔ (الف) دہلی میں مرثیہ کا آغاز اور (ب) لکھنؤ میں مرثیہ کا آغاز و ارتقا۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا مضمون بہ عنوان ''اس دور کے نثر نگار'' اور مجید یزدانی کا ''تذکرے'' بھی مندرجات میں شامل ہیں۔آخر میں سید فیاض محمود کی طرف سے اس دور کے اردو ادب کا مجموعی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

آٹھویں جلد اردو ادب سوم ۱۸۰۳ء سے ۱۸۵۷ء کے اردو ادب کے جائزہ پر مشتمل ہے۔ یہ جلد بھی ۱۹۷۱ء میں طبع ہوئی۔اس کے مدیر خصوصی سید فیاض محمود ہیں۔ یہ جلد چودہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ''پیش لفظ'' اور ''تعارف'' بالترتیب پروفیسر علاء الدین صدیقی اور سید فیاض محمود نے لکھا ہے۔ڈاکٹر شمس الدین صدیقی نے سیاسی، فکری، معاشرتی اور تہذیبی پس منظر نیز ادبی منظر پیش کیا ہے۔ممتاز منگلوری نے ''فورٹ ولیم کالج کے مصنفین'' اور ''دہلی کالج کی علمی خدمات'' بیان کی ہیں۔ ''اس دور کی نثر (رجب علی بیگ سرور)'' اور ''اس دور کی نثر (سرسید وغیرہ)'' بالترتیب پروفیسر سید وقار عظیم اور خواجہ محمد زکریا کے مضامین ہیں۔ پانچویں باب کے چار حصے ہیں۔ (الف) شاہ نصیر دہلوی (ڈاکٹر شمس الدین صدیقی)، (ب) شیخ ابراہیم ذوق (راحت افزا بخاری باشتراک نادرہ زیدی)، (ج) بہادر شاہ ظفر (نادرہ زیدی)، (د) تلامذۂ ذوق (ڈاکٹر اسلم فرخی)۔اسی

طرح چھٹے باب کے تین حصے ہیں۔(الف) حکیم مومن خان مومن دہلوی (ڈاکٹر عبادت بریلوی)۔(ب) نواب مصطفیٰ خان شیفتہ (ڈاکٹر شمس الدین صدیقی)۔ (ج) تلامذۂ مومن (ڈاکٹر ناظر حسن زیدی)۔ پروفیسر موسیٰ خان کلیم نے ''مرزا اسداللہ خان غالب'' کے حوالے سے اپنی تحقیق پیش کی ہے۔اس کے بعد ڈاکٹر ناظر حسن زیدی کے چھ حسبِ ذیل مضامین ہیں۔(۱) اس دور کے دیگر شعرا (۲) اس دور کے دیگر شعرا (تلامذۂ غالب) (۳) اس دور کے دیگر شعرا (دہلی کے دیگر شعرا) (۴) میر ببر علی انیس (۵) مرزا سلامت علی دبیر (۶) مرثیہ نگاری انیس کے بعد۔ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، خواجہ محمد زکریا اور ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے بالترتیب ''صحافت''، ''تذکرے'' اور ''لسانی خصوصیات'' کے مضامین پیش کیے ہیں۔تیرھویں باب کو تین اجزا میں کچھ اس طرح تقسیم کیا گیا ہے۔(الف) متفرق نثر (بچوں کا ادب) از ڈاکٹر اسد اریب، (ب) متفرق نثر (عورتوں کا ادب) از نادرہ زیدی، (ج) متفرق نثر (سوانح عمریاں) از ڈاکٹر سید شاہ علی باشتراک ڈاکٹر عبدالغنی۔آخر میں حسبِ سابق سید فیاض محمود صاحب نے اس دور کے اردو ادب کا مجموعی جائزہ پیش کیا ہے۔

نویں جلد اردو ادب چہارم میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۱۴ء کے اردو ادب کا جائزہ لیا گیا ہے۔فروری ۱۹۷۲ء میں طبع ہونے والی اس جلد کے مدیران خصوصی ڈاکٹر عبادت بریلوی اور سید فیاض محمود ہیں۔علاء الدین صدیقی صاحب نے ''پیش لفظ'' جب کہ سید فیاض محمود ''تعارف'' لکھا ہے۔سیاسی، فکری، معاشرتی اور تہذیبی پس منظر نیز ادبی منظر ڈاکٹر شمس الدین صدیقی کا تحریر کردہ ہے۔اس کے بعد آنے والے مضامین اور ان کے محققین کی فہرست حسبِ ذیل ہے۔

''سر سید احمد خان'' (پروفیسر محمد فرمان)، ''مولانا الطاف حسین حالی'' (ڈاکٹر عبدالقیوم)، ''سید اکبر حسین اکبر الہ آبادی'' (ڈاکٹر محمد صادق)، ''شبلی نعمانی'' (پروفیسر محمد فرمان)، ''دوسرے مصنفین'' (ڈاکٹر عبیداللہ خان)، ''غزل گو شعرا''، ''دیگر شعرا'' (ڈاکٹر ناظر حسن زیدی)، ''قومی و ملی شاعری'' (سہیل احمد خان) ''محمد حسین آزاد'' (ڈاکٹر محمد صادق)، ''مولوی نذیر احمد دہلوی'' (ڈاکٹر افتخار احمد صدیقی)، ''عبدالحلیم شرر'' (پروفیسر سید وقار عظیم)، ''رتن ناتھ سرشار'' (ڈاکٹر وزیر آغا)، ''اردو ڈراما'' (عشرت رحمانی)، ''سوانح'' (الطاف فاطمہ)، ''مکاتیب'' (ڈاکٹر عبدالقیوم)، ''عورتوں کا ادب'' (نادرہ زیدی)، ''بچوں کا ادب'' (ڈاکٹر اسد اریب)، ''دوسرے ناول نگار'' (خواجہ محمد زکریا)، ''صحافت'' (مسکین علی حجازی)، ''اردو شعرا کے تذکرے'' (ڈاکٹر فرمان فتح پوری)، ''مناظراتی ادب'' (ادارہ)۔''اردو زبان کا جائزہ۔صرف و نحو پر تصانیف و تالیفات'' (ڈاکٹر ابواللیث صدیقی)۔آخر میں سید فیاض محمود نے اس دور کے اردو ادب کا مجموعی جائزہ پیش کیا ہے۔دسویں جلد اردو ادب پنجم ۱۹۱۴ء سے ۱۹۷۰ء کے اردو ادب پر مشتمل ہے۔یہ جلد ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی اور دو حصوں پر مشتمل ہے۔حصہ اول میں گیارہ، جب کہ حصہ دوم میں دس ابواب شامل ہیں۔حصہ اول کے مندرجات کچھ یوں ہیں۔

''پیش لفظ'' (پروفیسر علاء الدین صدیقی)، ''تعارف'' (سید فیاض محمود)، ''سیاسی، فکری، معاشرتی اور تہذیبی پس منظر''، ''ادبی منظر'' (ڈاکٹر شمس الدین صدیقی)، ''اقبال'' (ڈاکٹر سید محمد عبداللہ)، ''دیگر شعرا'' (جیلانی کامران)، ''اس دور کے غزل گو شعرا'' (ڈاکٹر ابواللیث صدیقی)، ''اردو ناول اور افسانہ'' (ممتاز منگلوری)، ''تحقیق وتنقید'' (ڈاکٹر شمس الدین صدیقی)، ''ڈراما'' (عشرت رحمانی)، ''صحافت'' (مسکین علی حجازی)، ''مزاح نگاری'' (ڈاکٹر وزیر آغا)، ''دینی ادب'' (خورشید احمد)۔ حصہ دوم کے مشمولات حسب ذیل ہیں:

''معاشرتی اور ادبی پس منظر'' (صدیق کلیم)، ''شعرا'' (صدیق کلیم)، ''افسانہ نگار اور ناول نگار'' (ممتاز منگلوری)، ''تحقیق وتنقید'' (ڈاکٹر شمس الدین صدیقی)، ''ڈراما'' (عشرت رحمانی)، ''صحافت'' (مسکین علی حجازی)، ''سفرنامے'' (ادارہ)، ''متفرق نثر'' (الف) اردو سوانح نگاری (الطاف فاطمہ)، (ب) مکاتیب (ڈاکٹر عبدالقیوم)، (ج) طنز ومزاح (ادارہ)، (د) عورتوں کا ادب (ادارہ)، ''زبان اور مطالعۂ زبان''، ''۱۹۴۷ء کے بعد بھارت میں اردو زبان اور مطالعۂ زبان'' (ڈاکٹر ابواللیث صدیقی)۔ آخر میں سید فیاض محمود صاحب کی طرف سے اس دور کے اردو ادب کا مجموعی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ اس طرح ''تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند'' کی جلد ششم تا دہم میں ۱۷۱۲ء سے ۱۹۷۲ء تک کے اردو ادب کا احاطہ کیا گیا ہے۔ گیارہویں جلد بنگلہ ادب اول ۱۷۱۲ء سے ۱۸۵۷ء کے بنگالی ادب کا جائزہ پیش کرتی ہے۔ اس جلد کے مدیر خصوصی ڈاکٹر سید علی اشرف جب کہ نگران اعلیٰ ڈاکٹر محمد اجمل ہیں۔ اس کا ''پیش لفظ'' ڈاکٹر محمد اجمل اور ''تعارف'' سید فیاض محمود نے لکھا ہے۔ بارہویں جلد بنگلہ ادب دوم میں ۱۸۵۷ء سے ۱۹۷۰ء کا بنگالی ادب پیش کیا گیا ہے۔ جون ۱۹۷۳ء میں طبع ہونے والی اس جلد کے مدیر خصوصی فیاض محمود تھے۔ تیرہویں جلد علاقائی ادبیات مغربی پاکستان حصہ اول ۱۹۷۱ء میں شائع ہوئی۔ تیرہویں جلد تین عظیم ادبیات کی مختصر سی تاریخ پر مشتمل ہے۔ پشتو، پنجابی اور سندھی میں ادب کے حوالے سے بہت کام ہوا۔ پنجابی میں لال حسینؒ، سلطان باہوؒ، بلھے شاہؒ، ہاشم شاہ، غلام فرید اور سندھی میں عبدالطیف بھٹائی اور سچل سرمست اور پشتو میں رحمٰن بابا اور انصاری جیسے شاعر گزرے ہیں۔ علاقائی ادبیات مغربی پاکستان (حصہ اول) میں ان شخصیات کے حوالے سے پشتو، پنجابی اور سندھی ادب کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس جلد کا پیش لفظ علاؤ الدین صدیقی اور ''تعارف'' سید فیاض محمود کی طرف سے لکھا گیا ہے۔

چودہویں جلد علاقائی ادبیات مغربی پاکستان کا احاطہ کرتی ہے۔ ''پیش لفظ'' علاء الدین صدیقی اور ''تعارف'' سید فیاض محمود صاحب کا تحریر کردہ ہے۔ دس ابواب پر مشتمل یہ جلد بھی ۱۹۷۱ء میں شائع ہوئی۔ اس

جلد میں بلتی زبان و ادب، شینا، بروشسکی، کھوار، کشمیری، ہندکو، سرائیکی، بلوچی اور بروہی زبان و ادب کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اور اس طرح مغربی پاکستان کے ان علاقوں کی ثقافتی اور ادبی روایات کو مربوط اور منظم شکل دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس جلد کے آخری باب میں فیاض محمود نے ان مختلف زبانوں کا مختصر تعارف بھی پیش کیا ہے اور ان میں لکھے جانے والے ادب کے لیے جن لوگوں سے مقالات لکھوائے گئے ان کا بھی مختصر ذکر موجود ہے۔ فیاض محمود مختلف زبانوں کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''ان تمام ادبیات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان و ہند کے مسلمان جہاں کہیں بھی آباد ہوں اور کیسے ہی جغرافیائی ماحول اور تاریخی حالات سے دوچار رہے ہوں ان پر اسلامی اقدار، اعتقادات اور طرزِ حیات کا ایسا گہرا اثر پڑا ہے کہ جب ان کے عزائم اور خیالات، امنگیں اور آرزوئیں ادب کے روپ میں ظاہر ہوئیں تو کائناتی مسائل سے لے کر روز مرہ کی جزئیات میں بھی ایک اہم آہنگی نظر آتی ہے جو اس بات کا بین ثبوت پیش کرتی ہے کہ مسلمانانِ پاکستان و ہند ثقافتی لحاظ سے ایک ہی قوم ہیں اور اسلام ایک ایسا جبل متین ہے جس نے انہیں ایک مضبوط رشتے میں باندھ رکھا ہے۔''[۱۴]

''تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند'' کی جلد پندرہ تا انیس اشاریوں پر مشتمل ہے۔ ان پانچوں جلدوں کے نگران ڈاکٹر عبادت بریلوی تھے۔

مجموعی طور پر سید فیاض محمود کی زیرِ نگرانی ''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان و ہند کی جلد ایک سے چودہ کا مجموعی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس منصوبے کے ذریعے مسلمانانِ پاک و ہند کے ثقافتی اور ادبی ورثے کا تحفظ اور مسلمانوں کی تاریخی و تہذیبی علمی تاریخ کا ترتیب دیا جانا مقصود تھا۔ تاریخ ادبیاتِ مسلمانان پاک و ہند لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ ان فکری عوامل اور شعائرِ زندگی کی نشاندہی کی جائے جس سے برصغیر کے مسلمانوں کی ثقافتی زندگی اور معاشرتی اقدار کی تعمیر ہوئی۔ سید فیاض محمود اس تاریخ کے ''تعارف'' میں لکھتے ہیں:

> ''اس تاریخ ادبیات کا مقصد یہ ہے کہ ادب کو معاشرے کے ایک تقاضے کے طور پر پیش کیا جائے تاکہ زندگی کے ہر رخ، قلب انسانی کی ہر کیفیت، روح کائنات کے ہر پرتو میں ہم آہنگی نظر آئے اور مسلمانان برصغیر کی پوری زندگی اور ان کی تہذیب کا جامع عکس ملی وحدت کا مکمل ثبوت، ہر اس زبان اور اس کے ادب میں یقیں آفریں انداز میں پیش ہو جو یہاں بولی جاتی ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہو جائے گا کہ ہم جس تہذیبی ورثے کے مالک ہیں وہ کتنا پائیدار ہے

اور اس میں کتنی توانائی اور استقامت موجود ہے۔'' ۱۵

اس تاریخ کے مرتب کرنے کے لیے جو اصول وضع کیے گئے تھے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ مسلمانان پاکستان و ہند نے گذشتہ ساڑے بارہ سو سال کی مدت میں اردو اور دیگر ملکی زبانوں میں جو ادبی کارنامے انجام دیئے نیز عربی، فارسی اور ترکی ادبیات کے فروغ میں جو حصہ لیا ان کا مبسوط جائزہ لیا جائے۔ رائے زنی کی بجائے حقائق کی فراہمی پر زور دیا جائے۔

۲۔ ان مختلف اصناف ادب کا مطالعہ اور محاسبہ کیا جائے جو عربی فارسی یا سنسکرت سے ماخوذ ہیں یا جنہیں مسلمانوں نے اپنے مذہبی، اخلاقی، معاشرتی، جذباتی اور ذہنی تصورات اور آرزوؤں کے اظہار کے لیے اپنایا۔

۳۔ ان ادبیات کی قدیم و جدید اصناف کا ہمدردی اور سلامت فہم سے مطالعہ کیا جائے نیز جمالیات کے آفاقی اقدار کی روشنی میں ان ادبیات کی قدر و قیمت متعین کی جائے اور ۱۲۷۱ء سے لے کر آج تک مسلمانان پاک و ہند کی قومی زندگی کے تمام معاشرتی اور فکری مظاہر کے بارے میں ایک متوازن اور معروضی نقطہ نظر قائم رکھا جائے۔

۴۔ ان تکنیکی اصول، اصناف، مضامین، لغات اور صنائع بدائع کی نشاندہی اور وضاحت کی جائے جو مسلمانان پاک و ہند کی ادبیات میں قدر مشترک رکھتی ہیں۔ یہ دیکھا جائے کہ اس برعظیم کے مسلمانوں کے نمایاں افکار و کردار کا ان کی ادبی تخلیقات میں اظہار ہوا ہے یا نہیں۔ اگر ایسا ہوا ہے تو اشتراک و اختلاف کے پہلو جہاں کہیں نظر آئیں ان کی نشاندہی کی جائے۔

۵۔ یہ دریافت کیا جائے کہ آیا مسلمانوں کی شعری و نثری تخلیقات بڑی حد تک دنیوی اقدار کی ترجمان ہیں یا بیشتر شعرا و ادباء نے اپنی تصانیف میں ایک متصوفانہ جہت کا اضافہ کر لیا ہے۔

۶۔ ان مصنفین اور ادبی کارناموں پر مناسب توجہ صرف کی جائے جن کا برعظیم کے ان علاقوں سے تعلق ہے جو اب پاکستان میں شامل ہیں۔

۷۔ حقائق کی تفتیش و تصدیق کا خاص اہتمام کیا جائے۔

۸۔ یہ تصنیف دراصل ایک ادبی تاریخ ہے نہ کہ محض ایک ادبی تنقید کی کتاب لہٰذا یہ ضروری ہے کہ مسلمانان برعظیم کی ادبی، فکری اور ثقافتی زندگی کے متعلق نئے ماخذ کی دریافت اور پرکھ پر خاص توجہ دی جائے تا کہ اسے ایک جامع اور مستند تصنیف کی حیثیت حاصل ہو۔

۹۔ یہ تاریخ ایک معتدل اور متوازن انداز میں لکھی جائے۔ زبان دوٹوک اصلیت پر مبنی اور غیر مبہم ہونی چاہیے۔ صنائع کا استعمال صرف مطلب کی وضاحت کے لیے ہو، آرائش بیان کے طور پر نہیں۔[۱۶]

ان اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ''تاریخ ادبیاتِ پاک و ہند'' کی ترتیب شروع کی گئی۔ ان تمام جلدوں میں جو قدر مشترک ہے وہ یہ کہ ان سب کے آخر میں ''اس دور کے ادب کا مجموعی جائزہ'' کے عنوان سے آخری باب شامل کیا گیا ہے جو مدیر عمومی یعنی فیاض محمود کا تحریر کردہ ہے۔

سید فیاض محمود نے تاریخ کی ان جلدوں کے آخر میں جو ابواب مجموعی جائزے کے طور پر شامل کیے ہیں۔ وہ ان سینکڑوں صفحات پر مشتمل جلدوں کی تلخیص اور ان کا نچوڑ ہیں۔ فیاض محمود نے ان ابواب میں مختصر مگر جامع ترین الفاظ میں مطلوبہ جلدوں کی تاریخ کو اس طرح منعکس کیا ہے کہ اگر قاری پوری جلد کی بجائے یہ آخری باب ہی پڑھ لے تو وہ ساری تاریخ سے واقف ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ان کی زبان و بیان پر قدرت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ وہ طویل تحریروں کو کس طرح اختصار کے ساتھ گنے چنے الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں لہٰذا ان جلدوں میں شامل آخری ابواب کو فیاض محمود کی ایک قابل قدر کوشش کیا جا سکتا ہے۔

''تاریخ ادبیاتِ مسلمانانِ پاکستان و ہند'' کے حوالے سے فیاض محمود نے جملہ ادبیات کا ایک تقابلی نقشہ بھی تیار کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہر صدی کا سیاسی، فکری، معاشرتی اور ثقافتی و ادبی پس منظر مختصراً تحریر کیا گیا ہے۔ اس طرح وہ تاریخ جو مسلمانوں کے زبان و ادب کے حوالے سے چودہ ضخیم جلدوں میں تیار کی گئی ہے وہ اس تقابلی نقشے میں سمٹ آئی ہے۔ مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ فیاض محمود کے سپرد بطور مدیر عمومی ''تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاک و ہند'' کا جو کام سونپا گیا تھا وہ انہوں نے بہ احسن وخوبی پورا کیا۔

انگریزی تصانیف:

Story of Islam

اس کتاب میں مکمل تاریخ اسلام کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اپنی افادیت کی بناء پر کچھ عرصہ پنجاب یونیورسٹی کے ایم اے اسلامیات کے کورس میں شامل رہی۔ ۳۲۹ صفحات پر مشتمل یہ کتاب چودہ ابواب میں منقسم ہے۔ ان ابواب میں دیئے گئے عنوانات وہی ہیں جو ''شارٹ ہسٹری آف اسلام'' میں دیئے گئے ہیں۔ تاہم ''شارٹ ہسٹری آف اسلام'' میں پندرھواں باب بھی شامل ہے جس میں ۱۹۶۰ء سے ۱۹۸۹ء تک کی اسلامی دنیا کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان دونوں کتابوں میں مختلف نقشہ جات بھی ہیں جن کی تعداد ۹ ہے۔ فیاض محمود کی اس کتاب کا مقصد اسلام کے متعلق تفصیلی معلومات فراہم کرنا اور ہمیں اپنے مذہب سے روشناس کرانا ہے۔

Story of Indo-Pak

اس کتاب میں برصغیر پاک وہند کی پانچ ہزار سالہ تاریخ کو پیش کیا گیا ہے۔فیاض محمود کا کہنا ہے کہ برصغیر پاک وہند کی پانچ ہزار سالہ تاریخ میں بہت سی قوموں اور نسلوں نے اس خطے پر حکومت کی اور اس کی تاریخ مرتب کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ہم لوگ درحقیقت اس شاندار ماضی کے وارث ہیں۔چنانچہ کوئی بھی شخص خواہ وہ ہندو ہو یا مسلم اس ورثے کو رد نہیں کر سکتا۔اسی بات کو پیش لفظ رکھتے ہوئے سید فیاض محمود نے یہ تاریخ قلمبند کی ہے تا کہ ہم اپنے ورثے سے آگاہی حاصل کر سکیں۔

Acritical Introduction of Ghalib

اس کتاب کی اشاعت کا مقصد یہ تھا کہ جو لوگ اُردو نہیں جانتے وہ بھی غالبؔ جیسے یگانہ روزگار کے شخصی،فنی اور فکری کمال سے واقف ہو سکیں۔''تنقید غالب کے سو سال'' کے ''تعارف'' میں پروفیسر حمید احمد خاں مرحوم (صدر،مجلس یادگار غالب) نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:

> ''جو انگریزی دان لوگ اُردو نہیں جانتے انہیں غالب کے فکر وفن سے متعارف کرنے کے لیے ایک مفصل کتاب انگریزی زبان میں شائع کی جا رہی ہے۔''[۱۷]

۵۱۳ صفحات پر مشتمل اس کتاب کا پیش لفظ پروفیسر علاؤالدین صدیقی (سابقہ وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی) نے لکھا ہے۔تعارف (General Introducation) پروفیسر حمید احمد خاں (سابقہ وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی اور صدر ''مجلس یادگار غالب'') نے تحریر کیا ہے جب کہ دیباچہ (Preface) فیاض محمود نے تحریر کیا ہے۔اس کتاب کو کل آٹھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔پہلے باب میں غالبؔ کا سیاسی،سماجی اور ثقافتی پس منظر بیان کیا گیا ہے۔اس باب کا نام "Political Social and Cultrual Bakcground" ہے۔دوسرے باب میں "Life and Personality" کے تحت غالب کے حالات زندگی اور ان کی شخصیت کا جائزہ لیا گیا ہے۔تیسرا باب "The Poetic Tradition" مختلف شاعرانہ روایات کا احاطہ کرتا ہے۔چوتھے باب (1815-1821)"The Poet-Early Period" میں ۱۸۲۱ء۔۱۸۱۵ء تک کے ابتدائی دور کے شاعروں کا جائزہ لیا گیا ہے۔پانچواں باب "Later Urdu Poetry" ۶۲۔۱۸۲۲ء کی شاعری کو پیش کرتا ہے۔چھٹے باب میں "Persian Poetry" کے تحت غالبؔ کی فارسی شاعری کا جائزہ لیا گیا ہے۔ساتویں باب میں "Prose Writing" کے عنوان کے تحت غالبؔ کی نثر نگاری یعنی ان کے خطوط کا ذکر ہے۔

Short Story of Islam

اس کتاب میں فیاض محمود نے ظہور اسلام سے لے کر ۱۹۶۰ء تک عربوں، ترکوں، ہسپانوی مسلمانوں، ایرانیوں اور انڈونیشیا، افریقہ، ملائیشیا اور برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی تاریخ قلمبند کی ہے۔ ایشیاء، افریقہ، یورپ وغیرہ میں جہاں جہاں مسلمانوں کے اثرات پہنچے اور انہیں جو فتوحات حاصل ہوئیں ان سب کا احاطہ اس کتاب میں کیا گیا ہے۔ بطور مورخ یہ فیاض محمود کی سلامتی طبع اور توازن ترتیب کی عمدہ مثال ہے۔ اس میں عالم اسلام کی مکمل تاریخ، تمام پہلوؤں کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ سید فیاض محمود ایک ہمہ جہت ادیب ہیں۔ افسانہ نویسی ہو یا تاریخ نگاری، ترجمہ ہو یا تنقید ہر میدان میں وہ کامیاب ہوئے ہیں۔

☆☆☆☆

حوالہ جات

۱۔ اُردو جامع انسائیکلوپیڈیا (جلد دوم)، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، ۱۹۸۷ء، ص:۱۱۱

۲۔ روز نامہ جنگ، لاہور: ۳ جنوری ۱۹۹۴ء

۳۔ فیاض محمود، سید، 'دیباچہ' رنگ و بو، لاہور: مکتبہ اردو، بار اول س ندارد، ص:۱۱

۴۔ ایضاً، 'دو خط' مشمولہ رنگ و بو، ص:۶۷

۵۔ ایضاً، ص:۸۲

۶۔ ایضاً، 'دیباچہ'، رنگ و بو، ص: ۱۵

۷۔ ایضاً، 'نقش رنگیں'، مشمولہ رنگ و بو، ص:۱۵۸

۸۔ حامد علی خاں، مولانا، ہمایوں (ماہنامہ)، لاہور: جون ۱۹۳۸ء، ص:۴۶۶

۹۔ فیاض محمود، سید، 'دیباچہ'، رنگ و بو، ص:۱۶

۱۰۔ ایضاً (مترجم)، 'پیش لفظ'، نیویارک سے پیرس تک پہلی پرواز، لاہور: مکتبہ خاور، ۱۹۵۸ء

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ فیاض محمود، گروپ کیپٹن سید (مرتبہ)، 'دیباچہ'، تنقید غالب کے سو سال، لاہور: مجلس یادگار غالب، ۱۹۶۹ء، ص:۱۸

۱۳۔ یوسف، ڈاکٹر محمد، 'مقدمہ'، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، جلد دوم (عربی ادب)، لاہور: پنجاب یونیورسٹی، ۱۹۷۲ء، ص:۲۵

۱۴۔ فیاض محمود، گروپ کیپٹن سید (مرتبہ)، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، چودھویں جلد (علاقائی ادبیات مغربی پاکستان۔دوم)، ۱۹۷۱ء، ص:۴۶۳

۱۵۔ ایضاً، 'تعارف نامہ'، تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان و ہند، ۱۹۷۱ء، ص:۱

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ تنقید غالب کے سو سال، مرتبہ فیاض محمود، ص:۱۴

❀......❀......❀